ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

سمیع الحق

اسکالرپی-ایچ-ڈی اردو، اسلامیہ کالج یونیورسٹی پشاور

ڈاکٹر تحسین بی بی

صدر شعبۂ، لسانیات وادبیات اردو، قرطبہ یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی پشاور

"مصحفیؔ کی شاعری میں آئینے کی علامتی حیثیت"

Samiul Haq

Ph.D Scholar (Urdu), Islamia College University, Peshawar

Dr. Tahseen Bibi

Head of Urdu Department (Linguistics & Literature), Qurtuba Universtiy of Science & Information Technology, Peshawar

“The symbolism of "Mirror" in Mushafi's poetry”

ABSTRACT:

Ghulam Hamdani Mushafi (1747-1824) occupies a prominent positon as a poet and teacher in Urdu poetic tradition. He is a poet of Such high caliber that has a huge repository of diverse poetic contents. His poetry abounds in symbolism of mirror, which is indeed very mysterious as well as comprehensible. His poetry is quite deep which need contemplation. Mushafi has used the symbol of mirror in diverse contents. For example, it has been and for Wonderness for himself, for his beloved, for narcissism, for privilege, for the face of beloved, for the pure heart, for modestry,for rivalry, for the world, for beauty, for the ardent votary and for the creator. With him the symbol of mirror originates from the Ganga-Jamni civilization. In his poetry the symbols maintain reflect, layering and encompassing of much more deep civilizational meaning rather the superficial one. This research study is preliminary attempt to explore and understand the deeper meaning of mushafi poetry

Key Words: Symbolism, Classic, Tasawwaf, Symbol of Mirror.

ادبی علامت کی معنویت اس کی ظاہری ساخت سے ماورا ایک اور معنوی وجود پر دلالت کرتی ہے۔ اردو شاعری کے قدیم علامتی نظام پر غور کرنے سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ اہل ادب کے نزدیک کسی بھی علامت کی تشکیل میں ادیب یا شاعر کی شخصیت کے ساتھ ساتھ اس کا ماحول، معاشرہ اور جس تہذیب میں وہ جی رہا ہے، کا بڑا کردار ہوتا ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

گویا علامت کا تعلق صرف شاعر یا ادیب کی ذات سے نہیں ہوتا بلکہ اس کے پس منظر میں مختلف تہذیبوں سے منسلک انسانوں کے آثار بھی کار فرما ہوتے ہیں۔ شاعری کا کمال یہ ہے کہ ہر دور میں اس کی معنویت بدلتی رہتی ہے۔ اس بنا پر اس میں موجود علامتوں کے معنیاتی نظام میں بھی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ کلاسیکی اردو غزل کا علامتی نظام خدا، کائنات، اور انسان جیسے موضوعات پر محیط ہے۔ بیشتر کلاسیکی شعرا کی شاعری میں علامتوں کی تفہیم انہی تین سطحوں تک محدود نظر آتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ قدیم یونانی دیومالائی کردار (Narcissus) کو جب پہلی بار پانی کے شفاف تالاب میں اپنے ہی عکس نے متاثر کیا تھا، تب سے بنی نوع انسان آئینے کے سحر سے باہر نہیں آ سکا۔ آئینے کی یہی سحر کاری غلام ہمدانی مصحفیؔ (1747 – 1824) کی شاعری میں مختلف تمثیلی علامات اور تنوع کے ساتھ موجود ہے۔ مصحفیؔ کی شاعری کا علامتی نظام ابتداً حُسن و عشق کے گرد گھومتا دکھائی دیتا ہے۔ ان کے ہاں گل و بلبل کے تلازمات حُسن و عشق کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ان کی شاعری میں آئینے کی علامت متنوع مفاہیم کے روپ میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ ان کے کلام میں آئینہ بطور علامت اس روایت سے منسلک ہے جس کا سراغ تقریباً دسویں اور گیارویں صدی عیسوی کی ہندوستانی تہذیب میں تلاش کیا جا سکتا ہے اور جس میں آئینہ: کائنات، انسان، حُسن، حُسن مطلق، تجلی، تعجب، تحیر، تزکیہ نفس، قلبِ مصفیٰ، آرائش، کذب و ہرجائی کے لئے بطور علامت مستعمل نظر آتا ہے۔

مصحفیؔ نے اپنی شاعری میں اس زمانی جہاں (Temporal world) کے لئے بطور علامت آئینہ جہاں کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ آئینہ کے حوالے سے ابنِ سینا (980ء–1037ء) کے تمثیلی مفہوم میں اضافہ کرتے ہوئے محی الدین ابن عربی (1165ء–1240ء) نے کہا تھا: کہ کائنات اللہ تعالیٰ کی تجلیات کے انعکاس کا آئینہ ہے [1] لیکن اس میں ایک کمی یہ ہے کہ یہ اپنے وجودی اعتبار سے جلا سے عاری ہے اور اس کمی کو حضرت انسان نے پورا کیا ہے، پس آئینہ جہاں کی جلا انسان کے دم سے قائم ہے۔ اگرچہ فطرت میں یہ خوبی موجود ہے کہ اس میں صفات ذاتِ حق کا عکس دکھائی دیتا ہے لیکن اس کے برعکس انسان ایک ایسی ہستی ہے جو ذاتِ حق کے مشاہدہ کروانے کی صفت سے مالا مال ہے۔

عارف اگر بہ چشمِ غور آئینہ جہاں کے بیچ
دیکھے تو سمجھے رونما غیر خدا کوئی نہیں [2]

تحیر دراصل اس احساس کا نام ہے جو حُسن کے غیر مانوس اور ناقابل فراموش تاثر کے زیر اثر جنم لیتا ہے جب کہ

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

آئینہ ایک ایسی انسانی تخلیق ہے جس کی بیشتر خصوصیات میں سے ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کے روبرو جو بھی شے نمودار ہوتی ہے، آئینہ نہ صرف اسے اپنے اندر جذب کرلیتا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اس شے کے خدوخال اور حقیقی روپ کو منعکس کرتا ہے۔ اگر انعکاس کی صورت میں آئینے سے بر آمد شدہ عکس تحیر و تجسس کا سبب بن جائے اور یہ عکس حُسن کی ماہیت پر مبنی ہو تو مصحفی کے نزدیک اس کے مجسم وجود کا نام عشق ہے۔

خدا ہی جانے یہ آئینہ کس کا حیراں ہے
کہ اس سے نکلے ہے نقشہ تمام عاشق کا[3]

ازل سے حسن پرستی انسانی فطرت کا حصہ رہی ہے۔ وہ حُسن کھوجتا ہے اور اس سے اپنے جمالیاتی ذوق کی تسکین کرتا ہے۔ اس مقصد کے لیے انسان نے حُسن کے لیے مختلف پیمانے اور معیار مقرر کیے ہیں۔ ان پیمانوں اور معیار پر انسان دوسروں کو تو جانچ سکتا ہے لیکن خود اپنی جانچ نہیں کر سکتا۔ اس مقصد کے لئے اس نے آئینہ ایجاد کیا تاکہ انسان کے لیے خود اپنے حُسن اور اس میں ہونے والے تغیر کا اندازہ لگانا ممکن ہو سکے۔ اگرچہ کیمرہ ایجاد ہونے کے بعد یہ کام تصویر سے بھی لیا جانے لگا ہے لیکن آئینے کے عکس اور تصویر کی نوعیت ایک دوسرے سے الگ ہوتی ہے۔ آئینے کے اندر عکس متحرک رہتا ہے جب کہ تصویر ساکن اور حرکت سے عاری ہوتی ہے۔ اس طرح آئینہ میں دیکھنے سے انسان ہر بار اپنے عکس کے ایک نئے زاویے سے آشنا ہوتا ہے جس سے اسے اس کے حُسن میں ہونے والے تغیر کا پتہ چلتا ہے۔ یعنی آئینہ انسان کے حسن کی تغیر پذیر عکاسی کرتا ہے۔ نورالحسن نقوی نے اپنی کتاب "فلسفہ جمال اور اردو شاعری" میں حُسن کے بارے میں فرانسیسی فلاسفر ہٹچسن(Francis Hutcheson) (1694ء-1746)کا نظریہ حسن یوں بیان کیا ہے کہ شاہد کی نظر میں مشہود کو دیکھنے کی صلاحیت ہونی چاہیے بہ صورتِ دیگر اسے کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی یعنی اس کے نزدیک خود شاہد کی نظر میں حُسن کا مادہ ہونا ضروری ہے۔[(4)] اس طرح ہٹچسن کے نظریے کے مطابق اگر حُسن شاہد کی نظر میں ہے تو مصحفی کے ہاں یہ آئینہ دیکھنے کے عمل میں موجود ہے جو کہ شفافیت کی علامت ہے۔

یا تو آگے دیکھنے آئینہ شرماتے تھے تم
یا وہ اب تصویر سا پیشِ نظر رہنے لگا[5]

"آئینہ" اردو شعرا کا پسندیدہ اور مرغوب موضوع ہے اور اس کی علامتی حیثیت پر کم و بیش ہر شاعر کی نظر رہی

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

ہے۔اس حوالے سے شکیل الرحمٰن لکھتا ہے:

"آئینہ ذات کی گہرائیوں سے اُبھرا ہے اس لیے کہ نرگسیت، ایغو کی گہرائیوں میں ہوتی ہے۔جب نرگسیت عقائد یا آئیڈیالوجی میں پھیلتی ہے اور پورے عہد کو آئینہ بنالیتی ہے تو آئینہ اس کا معنی خیز استعارہ یا علامت بن جاتا ہے۔"[6]

نفسیات میں نرگسیت کی اصطلاح ایسی کیفیت کے لئے استعمال ہوتی ہے جس میں کوئی فرد اپنے حُسن، بدن اور چہرے میں گہری دلچسپی رکھتا ہو اور اس پر فخر کرتا ہو۔ظاہری بات ہے کہ انسان اپنے وجود کو دیکھنے کے لئے آئینے کا سہارا لے گا جو کہ مصحفی کے ہاں یہ نرگسیت کا لبادہ اوڑلیتا ہے۔

کیا جانے کیا کرے گا یہ دیدار، دیکھنا
اک دن میں آئینہ اسے سو بار دیکھنا[7]

انسان اللہ تعالیٰ کے حُسن کی تجلیات کو اس جہان میں ہر طرف ڈھونڈھتا ہے خواہ وہ سمندر ہو، پہاڑ ہو یا فطرت سے وابستہ کوئی اور شے۔جس طرح اقبال(1877ء-1938ء)نے کہا ہے:

کوہ و دریا و غروبِ آفتاب
من خدا را دیدم آنجا بے حجاب![8]

نورالحسن نقوی اپنی کتاب "فلسفہ جمال اور اردو شاعری" میں یونانی فلاسفر افلاطون(428ق م-328ق م)کا نظریہ یوں بیان کرتا ہے کہ افلاطون نے ذاتِ باری تعالیٰ کو حُسنِ مطلق کا نام دیا ہے اور مزید یہ تصور پیش کیا ہے کہ حُسنِ مطلق سے دائمی مسرت کے ایسے چشمے پھوٹتے ہیں جس سے انسانی روح سیر اب ہو جاتی ہے۔(9)مصحفی نے اسی حُسنِ مطلق سے پھوٹنے والی تجلیات کو دیکھنے کے لئے آئینے کی علامت کا بھرپور استعمال کیا ہے۔

خواہی میں آب، خواہ ہوں آئینہ، ہر طرح
منظور ہے مجھے تیرا دیدار دیکھنا[10]

حُسن کی تاثیر سے انسان ہمیشہ محظوظ ہوتا آیا ہے۔نورالحسن نقوی اپنی کتاب "فلسفہ جمال اور اردو شاعری" میں برچ اسپائی نوزا(Burch Spinoza) (1632ء-1677ء)کا نظریہ حسن بیان کرتے ہوئے کہتا کہ دنیا میں کوئی بھی چیز

اصلاً حسین نہیں ہے نہ بد شکل بلکہ یہ انسان کی ذاتی پسند وناپسند یا ذہنی کیفیت ہوتی ہے، جو کسی چیز میں حُسن دیکھتی ہے یا بد صورتی۔(11) مصحفیؔ نے آئینے سے منعکس ہونے والی تصویر کو انسان کی ذاتی پسند وناپسند یا ذہنی کیفیت سے وابستہ کر کے اسے علامتی انداز میں کچھ یوں پیش کیا ہے کہ آئینہ سوائے انعکاس کے اور کوئی خوبی نہیں رکھتا۔ اور آئینے کے انعکاس میں جو آب و تاب موجود ہوتا ہے اس کا سبب حُسنِ محبوب کے سوا اور کچھ نہیں۔

جب آئینے سے اس نے منہ اپنا پھرالیا

آئینہ جیسے دیدہ بے نور ہو گیا[12]

حُسن اس کیفیت کا نام ہے جو انسان کو مسرت بخشتی ہے۔ حُسن سے پیدا ہونے والے مسرت کو پیش کرنے میں آئینہ اہم کردار ادا کرتا ہے۔ برطانوی عالمِ جمالیات ایڈمنڈ برک (Edmund Burke) (1729ء-1797ء) حُسن اور مسرت کا اس قدر قائل ہے کہ دونوں کو ہم معنی قرار دیا ہے۔ حُسن اور مسرت سے پیدا ہونے والی رونق اور خوبصورتی کو مصحفیؔ نے آئینے کی علامت میں برتا ہے جو حُسن کی سجاوٹ اور بناوٹ میں اضافے کا ذریعہ ہے۔

اول تو تھا ہی اس کی تئیں اک غرورِ حسن

دیکھ آئینے کو اور بھی مغرور ہو گیا[13]

مصحفیؔ کا تعلق برصغیر پاک وہند کی مٹی سے ہے جو کہ کثیر المذاہب خطہ تھا۔ مختلف مذاہب (ہندو، سکھ، بدھ مت، اسلام وغیرہ) کے لوگ یہاں مشترکہ طور پر بستے تھے۔ اس وجہ سے بیشتر شعرا پر مختلف تہذیبوں کے اثرات دکھائی دیتے ہیں جو ان کے کلام سے واضح ہے۔ مصحفیؔ آئینے کو ہولی (ہندوؤں کی رسم) سے منسلک کر کے چہرۂ محبوب کی علامت گردانتا ہے جس میں حد درجے کی شفافیت موجود ہے۔

ملا جو منہ پہ بھبوت اس نے اپنے ہولی میں

اک آئینہ تھا کہ وہ ہو گیا غبار آلود[14]

آئینہ ایک با اختیار شے ہے، جو بغیر کسی کی اجازت یا مشورے کے انسان کو اس کی خامی منعکس کر کے پیش کرلیتا ہے۔ انسان بھی نیکی اور بدی کے کاموں با اختیار ہے۔ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَ هَدَيْنَٰهُ ٱلنَّجْدَيْنِ"[15] (القرآن سورۃ البلد، آیت نمبر 10)

ترجمہ: "اور ہم نے اسے (انسان) دکھائے دوراستے"

مذکورہ آیت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو نیکی اور بدی کے راستے میں بااختیار چھوڑا ہے۔ انسان نیکی کی طرف مائل ہو سکتا ہے اور بدی کے راستے کو بھی چن سکتا ہے۔ مصحفیؔ اسلامی نقطہ نظر کے مطابق آئینے کو انسانی اختیار کی علامت قرار دیتا ہے۔ نیز علامت برائے سچ کا نمائندہ بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔

آئینہ دار حق نے پیدا کیا ہے ہم کو
کرنے کو نیک وبد کے دیدار کی پرستش[16]

تصوف وہ راہِ راست ہے جس میں تزکیہ نفس اور تصفیۂ قلب کا طریقہ سکھایا جاتا ہے کیوں کہ تصوف کی دنیا میں دل کو بہت اہم مانا جاتا ہے۔ صوفیائے کرام کے نزدیک قلب ایک ایسا برتن ہے، جس میں بیک وقت دو چیزوں کی گنجائش نہیں ہوتی۔ اب اگر یہ دل دنیا کی محبت سے بھرا ہو تو اس میں خالقِ حقیقی کی محبت کیسے آسکتی ہے؟ مولانا اشرف علی تھانویؒ (1863ء-1943ء) نے فرمایا:

"دل کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے بنایا ہے"[17]

لہٰذا دل کو آئینہ بنانے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور نورانیت آجائے، اس لئے مصحفیؔ کے ہاں آئینہ "دلِ باصفا" کی علامت میں مستعمل ہے۔

جنھوں نے کیا ہے دل آئینہ اپنا
انھیں لوگوں کی باصفا زندگی ہے[18]

یوں تو اردو غزل میں حُسن و عشق کی پر کشش موضوعات بھی ہیں لیکن تصوف کے زیرِ اثر ان موضوعات کے مجازی پہلو کے ساتھ ساتھ حقیقی اور روحانی پہلو بھی پیشِ نظر رہا ہے۔ چنانچہ تصوف میں عموماً شاعر اپنے کلام کو فلسفیانہ رموز و نکات کے دائرے میں بیان کرتا ہے۔ کلاسیکی شاعر خواجہ میر دردؔ (1720ء-1785ء) نے تصوف کے زیرِ اثر اپنے کلام میں فلسفیانہ مسائل کو بیان کیا ہے۔ فلسفۂ معرفت کو بیان کرتے ہوئے آئینے کو عرفانِ ذات کی علامت قرار دیا ہے۔ جیسے:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

آئینے کی طرح، غافل کھول چھاتی کے کواڑ

دیکھ تو ہے کون بارے تیرے کاشانے کے بیچ[19]

بعض اوقات انسان اپنی زندگی کا بہت عرصہ غفلت میں گزار دیتا ہے لیکن جب اسے اپنے اندر (روح) کی اصلیت معلوم ہو جائے تو وہ پشیمان ہو کر بے اختیار رونے لگ جاتا ہے۔ مولانا رومیؒ (1207ء-1273ء) کہتے ہیں کہ جب انسان کو اپنی روح کی حقیقت معلوم ہو جائے کہ میرا تعلق کس ذات سے ہے اور میرا مقام کہاں ہے تو وہ اس کے وصل کا آرزومند ہو جاتا ہے۔ شعر کے انداز میں فرماتے ہیں:

ہر کسے کو دور ماند ز اصل خویش

باز جوید روز گارِ وصل خویش[20]

مصحفیؔ نے بھی اپنے کلام میں تصوف کے موضوعات بیان کیے ہیں، اس لئے وہ آئینے کو ذات کی ترجمانی میں ڈال کر عرفانِ ذات کی علامت گردانتے ہیں۔

اپنے رونے کو کوئی سمجھے تو آئینہ مثال

دیدۂ خشک میں آنسو کی تری نکلے ہے[21]

تصوف میں دل کو آئینے کی سی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ جس طرح آئینے میں ہر چیز صاف دکھائی دیتی ہے صوفیائے کرام کے نزدیک دل بھی اسی طرح صاف ہونا چاہیے، جس میں دنیاوی محبت کی بجائے اللہ تعالیٰ کی محبت نظر آجائے۔ جس دل میں دنیا کی محبت ہو اس میں صفائی کیسے آسکتی ہے؟ کیوں کہ دل دنیاوی محبت کے ساتھ ساتھ حسد، نفرت، بغض وغیرہ سے بھر جاتا ہے۔ اس وجہ سے مصحفیؔ آئینے کی صفائی کو مدّ نظر رکھ کر اسے دل کے لیے علامت قرار دیتا ہے لیکن ایک شکوہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ ہمارے دلوں میں وہ صفائی نہیں ہے جس کی ضرورت ہے۔

صفائے آئینہ ان میں کہاں کہ یاروں کی

جما ہے گرد کدورت کا رنگ چھاتی پر[22]

ماضی کو یاد کرنا ہر انسان کی فطرت میں ہوتا ہے۔ کبھی کبھار انسان جب آئینے کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے اور اپنے وجود کو دیکھ لیتا ہے تو اسے اپنی ساری بیتی ہوئی زندگی یاد آجاتی ہے۔ بعض اوقات انسان اپنی بے بس اور بے کیف

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

حالات کو بہت دکھ اور درد کے ساتھ یاد کرتا ہے اور اسے یعنی ماضی کو بھولنا چاہتا ہے۔ جیسے اختر انصاری (1909ء-1988)نے کہاہے:

یادِ ماضی عذاب ہے یارب

چھین لے مجھ سے حافظہ مرا[23]

جب کہ بعض انسان ماضی کو ہی اپناسب کچھ گردان کر ماضی پرستی یعنی ناسٹلجیا میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ جیسے اقبال نے کہاہے:

ہاں دکھادے اے تصور پھر وہ صبح وشام تو

دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تو[24]

مصحفیؔ نے بھی اپنی دکھ درد بھری کہانی کو آئینے کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے ۔ ان کے ہاں آئینہ ایک انوکھی اور نرالی علامت یعنی دکھ، درد کی شکل میں موجود ہے جس میں ماضی کی یادیں بھی موجود ہیں:

تن گھس جو گیاہے تو آتا ہے نظر مجھ کو

عکسِ خطِ پیشانی آئینۂ زانو میں[25]

انسانی سماج میں رقیب کی موجودگی نے عاشقوں کے دل پر بجلیاں گراتے ہوئے رقابت کے احساس کو بیدار کیا ہے جو کہ نفسیاتی پہلو ہے۔ مختلف تہذیبوں میں رقابت کا یہ پہلو الگ الگ طرح کا ہوتا ہے۔ مشرقی پدرسری معاشرے میں معاشی حوالے سے خواتین عموماً مرد کی محتاج ہوتی ہیں اس لیے مرد شعوری طور پر اپنی محبوبہ ،زوجہ ،بہن یا بیٹی کو واقعتاً اپنی ملکیت تصور کرتا ہے اور اپنی اسی ملکیت پر کسی غیر کی نگاہ یاساجھے داری قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا جب کہ مغربی تہذیب میں عورت مرد کی ملکیت سے آزاد ہے کیوں کہ اس کا انحصار مرد پر نہیں ہوتا اس وجہ سے مرد حسِ رقابت کی شدّت سے اظہار نہیں کرتا جو کہ مشرق میں رائج ہے۔ چنانچہ مصحفیؔ کا تعلق مشرقی تہذیب سے ہے اس لیے ان کے کلام میں حسِ رقابت کا جذبہ بھی موجود ہے۔ بعض اوقات اس جذبے کو علامتی پیرائے میں بیان کیا گیاہے۔ ان کے ہاں آئینہ حسِ رقابت کی بھی ایک علامت ہے۔ جیسے:

وہ آئینے سے بھی آنکھیں ملائے گر اپنی

تواس کی دید سے اتنی تو ہم کو یاس نہ ہو[26]

انسانی دل اگر دنیاوی خواہشات اور شیطانی وسواس سے صاف ہو جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہوتا ہے کیوں کہ اس میں اتنی طاقت ہے کہ خالقِ حقیقی کی تجلیات کو اپنے اندر محفوظ کر سکے۔ کلاسیکی صوفی شاعر خواجہ میر درد (1720ء-1785ء) نے کہا ہے:

ارض و سما کہاں تری وسعت کو پا سکے

میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے[27]

مصحفیؔ عشقِ حقیقی کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ انسان کا دل اللہ تعالیٰ کا گھر ہے اس لیے وہ آئینے کو دلِ صوفی یا انسانی دل کی صفائی و پاکیزگی کی علامت قرار دیتا ہے۔ جیسے:

سینہ صافوں سے خبر عالم علوی کی تو پوچھو

عرش و کرسی ہے یہاں عکس فگن آئینے میں[28]

مشرقی تہذیب میں یہ تصور موجود ہے کہ نمازِ مغرب کے بعد آئینہ میں دیکھنے سے چہرے کے نور کے ساتھ عمر بھی کم ہوتی ہے اور مصیبت و بلاؤں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ مصحفیؔ کے ہاں یہ تصور موجود ہے جس کو شب جمعہ کے ساتھ خاص کیا گیا ہے یعنی آئینے کو ایک روایتی انداز کے ساتھ منسلک کر کے علامتی حیثیت عطا کر دیتے ہیں۔ جیسے:

شب جمعہ کیا میں نے آئینہ دیکھا

جو تیر بلا کا ہدف سینہ دیکھا[29]

مصحفیؔ کے ہاں آئینہ قبولیتِ محبت کے لیے ایک علامت ہے جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کی محبت سے جوڑا گیا ہے۔ جب اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ نے ایک دوسرے کی محبت کو قبول کر لیا تو نتیجتاً بیت الشرف یعنی یہ کائنات وجود میں آگئی اور اس کے ساتھ دن رات اور مہر و ماہ کی گردش کو بھی تخلیق عطا ہوئی۔ اس کائنات کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے واسطے پیدا کیا ہے۔ جیسے:

مل کے دیکھا عاشق و معشوق نے جب آئینہ

مہر و مہ کے واسطے بیت الشرف پیدا ہوا[30]

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ دنیا فانی ہے لیکن بعض لوگ غفلت کی وجہ سے بھول جاتے ہیں اور اس کی رنگ رلیوں، چہل پہل اور آسائشوں کو دیکھ کر حقیقت کا گمان کرنے لگ جاتے ہیں جو کہ فریبِ نظر ہے۔ افلاطون نے بھی کہا تھا کہ یہ دنیا اصل دنیا کی پرچھائی ہے۔[31] مرزا اسداللہ خان غالبؔ (1797ء-1869ء) نے بھی دنیا کو دھوکہ اور فریب کہا ہے۔ جیسے:

ہستی کے مت فریب میں آجائیو اسدؔ

عالم تمام حلقۂ دامِ خیال ہے[32]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَآ إِلَّا مَتَٰعُ ٱلْغُرُورِ [33] (القرآن سورۃ الحدید، آیت نمبر 20)

ترجمہ: "اور نہیں دنیا کی زندگی مگر دھوکے کا سامان ہے"

مذکورہ تمام شواہد اس بات کے لیے ثبوت ہیں کہ دنیا فریبِ نظر ہے۔ لہٰذا مصحفیؔ بھی دنیا کو آئینۂ نیرنگ یعنی دھوکہ، فریب، جادو وغیرہ کہتا ہے اس لیے ان کے ہاں آئینہ دنیا کی علامت ہے لیکن اسے سراب (نظر کا دھوکہ) سے منسوب کیا ہے۔

دل اور سیاہ ہو گیا ماہِ رمضان میں

اک حوض ہے آئینۂ نیرنگ زمین پر[34]

جس طرح آئینے میں دیکھ کر جسمانی اعضا کی جانچ پرکھ کی جاتی ہے اسی طرح نامۂ اعمال میں انسان کی اچھائی اور بُرائی یعنی نیکی اور بدی کے بدلے سزا یا جزا کا حقدار بن جاتا ہے۔ آسمان میں شاید اتنے تارے نہ ہوں جتنے روئے زمیں پر جعلی اور نام نہاد صوفی پائے جاتے ہیں جن کی وجہ سے تصوف جو کہ تزکیہ نفس اور تعلق مع اللہ کا راستہ ہے، بدنام ہو چکا ہے۔ مصحفیؔ ناقص اور جعلی شیخ کو مخاطب کرتے ہوئے آئینے کو اعمال نامہ کی ایک علامت گردانتا ہے کہ میدانِ حشر میں ان کی نمد پوشی اتر جائے گی اور ہاتھ میں آئینہ یعنی اعمال نامہ دیا جائے گا اس وقت پارسائی اور دھوکہ دہی کا پتا چلے گا۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

دیکھیں گے ہم نمد تری شیخی بروز حشر
نکلے گا جب فقیر کے کمبل سے آئینہ[35]

اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ انسان نے روئے زمین پر بے انتہا ترقی کی منازل طے کر کے دورِ جدید تک پہنچنے میں کامیابی حاصل کی ہے لیکن اب بھی کائنات کے بہت سارے اسرار حضرت انسان پر عیاں نہیں ہیں کیوں کہ کائنات کے اندر کبھی تخلیق کا سفر اپنی انتہا تک پہنچا ہی نہیں ہے جیسا کہ علامہ اقبالؒ نے کہا ہے:

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ آرہی ہے دمادم صدائے کن فیکون[36]

مصحفیؔ کے ہاں آئینہ حضرت انسان کے لئے ایک علامت ہے کہ یہ حُسن کے گلزار میں رہتے ہوئے اس کے رازوں سے ناواقف ہے۔ جیسے:

کہتے ہیں سادہ اس کو کہ گلزارِ حسن میں
واقف ہوا نہ پھول سے نہ پھل سے آئینہ[37]

درج بالا تمام بحث سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ کلامِ مصحفیؔ میں آئینے کی مختلف علامتی جہات ہیں۔ جیسے لفظ آئینہ کہیں نرگسیت کے لیے، کہیں تحیر کے لیے، کہیں محبوب کے لیے، کہیں دل اور دلِ باصفا کے لیے، کہیں دنیا کے لیے ، کہیں حُسن کے لیے، کہیں انسان کے لئے بہ طور علامت استعمال ہوا ہے۔ اور یہ تمام علامتیں مصحفی کی شاعری میں بکھری ملتی ہیں جن کی بدولت ان کے شعری موضوعات میں ایک نئی جدت و حسن ابھر کر سامنے آتا ہے۔

حوالہ جات

1 محی الدین ابن عربی، فتوحات مکیہ، مترجمہ: محمد فاروق القادری، لاہور، گسخنج ویلفیئر ٹرسٹ، 2004ء، ص 77
2 مصحفی، شیخ غلام ہمدانی، کلیات مصحفی (دیوانِ چہارم)، مرتبہ: نورالحسن نقوی، لاہور، مجلس ترقی ادب، 1974ء، ص 270
3 مصحفی، شیخ غلام ہمدانی، کلیات مصحفی (دیوانِ اول)، مرتبہ: نورالحسن نقوی، لاہور، مجلس ترقی ادب، 1968ء، ص 96
4 نقوی، نورالحسن، فلسفہ جمال اور اردو شاعری، علی گڑھ، ایجوکیشنل بک ہاؤس، س ن، ص 25
5 مصحفی، شیخ غلام ہمدانی، کلیات مصحفی (دیوانِ اول)، مرتبہ: نورالحسن نقوی، لاہور، مجلس ترقی ادب، 1968ء، ص 15
6 عاصمہ اصغر راؤ، ڈاکٹر، جدید اردو غزل میں نرگسیت: ایک نفسیاتی مطالعہ، لاہور، اظہار سنز، 2020ء، ص 167
7 مصحفی، شیخ غلام ہمدانی، کلیات مصحفی (دیوانِ اول)، مرتبہ: نورالحسن نقوی، لاہور، مجلس ترقی ادب، 1968ء، ص 16
8 اقبال، کلیاتِ اقبال فارسی، لاہور، لمیٹڈ پبلیشرز، 1972ء، ص 749
9 نقوی، نورالحسن، فلسفہ جمال اور اردو شاعری، علی گڑھ، ایجوکیشنل بک ہاؤس، س ن، ص 14
10 مصحفی، شیخ غلام ہمدانی، کلیات مصحفی (دیوانِ اول)، مرتبہ: نورالحسن نقوی، لاہور، مجلس ترقی ادب، 1968ء، ص 17
11 نقوی، نورالحسن، فلسفہ جمال اور اردو شاعری، علی گڑھ، ایجوکیشنل بک ہاؤس، س ن، ص 24
12 مصحفی، شیخ غلام ہمدانی، کلیات مصحفی (دیوانِ اول)، مرتبہ: نورالحسن نقوی، لاہور، مجلس ترقی ادب، 1968ء، ص 21
13 ایضاً، ص 21

14 مصحفی، شیخ غلام ہمدانی، کلیات مصحفی (دیوانِ سوم)، مرتبہ: نورالحسن نقوی، لاہور مجلس ترقی ادب، 1971ء، ص199

15 عثمانی، محمد تقی، مفتی، آسان ترجمہ قرآن، مکتبہ معارف القرآن، 2011ء

16 مصحفی، شیخ غلام ہمدانی، کلیات مصحفی (دیوانِ سوم)، مرتبہ: نورالحسن نقوی، لاہور، مجلس ترقی ادب، 1971ء، ص157

17 محمد شفیع، مفتی، دل کی دنیا، کراچی، معارف القرآن، س ن، ص41

18 مصحفی، شیخ غلام ہمدانی، کلیات مصحفی (دیوانِ سوم)، مرتبہ: نورالحسن نقوی، لاہور، مجلس ترقی ادب، 1971ء، ص299

19 میر دردؔ، خواجہ، دیوانِ دردؔ، مرتبہ: نسیم احمد، ڈاکٹر، نئی دہلی، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، 2003ء، ص139

20 مولانا روم، مثنوی مولوی معنوی (دفتر اول)، مترجم: مولانا سجاد حسین، دہلی، سب رنگ کتاب گھر، س ن، ص31

21 مصحفی، شیخ غلام ہمدانی، کلیات مصحفی (دیوانِ سوم)، مرتبہ: نورالحسن نقوی، لاہور، مجلس ترقی ادب، 1971ء، ص325

22 مصحفی، شیخ غلام ہمدانی، کلیات مصحفی (دیوانِ چہارم)، مرتبہ: نورالحسن نقوی، لاہور، مجلس ترقی ادب، 1974ء، ص186

23 اختر انصاری، خوناب، لاہور، مکتبہ اردو، 1943ء، ص108

24 اقبال، بانگِ درا، لاہور، اقبال اکیڈمی، 2018ء، ص53

25 مصحفی، شیخ غلام ہمدانی، کلیات مصحفی (دیوانِ چہارم)، مرتبہ: نورالحسن نقوی، لاہور، مجلس ترقی ادب، 1974ء، ص309

26 ایضاً، ص333

27 میر دردؔ، خواجہ، دیوانِ دردؔ، مرتبہ: نسیم احمد، ڈاکٹر، نئی دہلی، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، 2003ء، ص 182

28 مصحفی، شیخ غلام ہمدانی، کلیات مصحفی (دیوانِ پنجم)، مرتبہ: نورالحسن نقوی، لاہور، مجلس ترقی ادب، 1983ء، ص 171

29 مصحفی، شیخ غلام ہمدانی، کلیات مصحفی (دیوانِ ششم)، مرتبہ: نورالحسن نقوی، لاہور، مجلس ترقی ادب، 1994ء، ص 45

30 ایضاً، ص 47

31 نقوی، نورالحسن، فلسفہ جمال اور اردو شاعری، علی گڑھ، ایجوکیشنل بک ہاؤس، س ن، ص 13

32 غالبؔ، اسد اللہ خان، دیوانِ غالبؔ، مرتبہ: عبدالحق، خطی نسخہ، نئی دہلی، نیشنل مشن فار مینسکرپٹس، 2021ء، ص 77

33 عثمانی، محمد تقی، مفتی، آسان ترجمہ قرآن، مکتبہ معارف القرآن، 2011ء

34 مصحفی، شیخ غلام ہمدانی، کلیات مصحفی (دیوانِ ششم)، مرتبہ: نورالحسن نقوی، لاہور، مجلس ترقی ادب، 1994ء، ص 132

35 مصحفی، شیخ غلام ہمدانی، کلیات مصحفی (دیوانِ ہفتم)، مرتبہ: نورالحسن نقوی، لاہور، مجلس ترقی ادب، 1995ء، ص 206

36 اقبال، ضرب کلیم، لاہور، اقبال اکیڈمی، 2018ء، ص 364

37 مصحفی، شیخ غلام ہمدانی، کلیات مصحفی (دیوانِ ہفتم)، مرتبہ: نورالحسن نقوی، لاہور، مجلس ترقی ادب، 1995ء، ص 206